

آسمان کھا گیا یا زمین

سلیم منصور خالد

”رات تین بجے دروازے پر دستک ہوئی، دروازہ کھولا، تو چند مسلح افراد کچھ پوچھے بغیر گھر میں گھس آئے، میرے بیٹے کو پکڑ کر لے گئے، فون کے تار کاٹ دیے اور جاتے ہوئے کہا: ”اس بات کا کسی سے ذکر کیا تو عبرت ناک انجام ہوگا۔“

”میرا بیٹا نہایت بے ضرر اور سیدھا سادانوجوان ہے مگر مسجد سے نکلنے ہی ایک آدمی نے اس کی گردن دبوچ لی اور کہا: یہ دہشت گرد ہے، سامنے سے جیپ آئی، اُس میں پھینکا اور گاڑی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ ڈیڑھ سال ہو گیا ہے میں اسے تلاش کر کے تھک گئی ہوں۔ میری بیوگی میں وہی میرا سہارا تھا اور ابھی بارہویں میں پڑھ رہا تھا، معلوم نہیں کس حال میں ہے۔ وزیر داخلہ سے لے کر کورکمانڈر تک کو ملی ہوں، کوئی نہیں مانتا کہ اس نے پکڑا ہے۔“

”میرا بھائی آٹھ ماہ سے غائب تھا، ہم اسے تلاش کر کر کے تھک گئے۔ اسی غم میں والد صاحب فالج کے حملے کے نتیجے میں بستر سے لگ گئے۔ ہر ادارہ اس کے بارے میں بے خبری کے پتھر برساتا رہا، لیکن اب سے ۱۵ روز پہلے ایک ہرکارے نے آ کر اطلاع دی کہ وہ سرکاری ایجنسی کی حراست میں ہے، ضمانت پر رہائی ہو جائے گی۔“

یہ واقعات کسی جاسوسی ناول کی من گھڑت کہانیاں نہیں، نہ یہ کسی کمیونسٹ ملک میں گزرنے والی ظلم کی داستانیں ہیں، بلکہ پاکستان کے طول و عرض میں ایسی خوف ناک داستانیں، سامع کا خون منجمد کر دیتی ہیں۔

بلاشبہ پاکستان میں خفیہ ایجنسیوں نے قومی مقاصد کے لیے بہترین کارنامے سرانجام دیے ہیں جن پر قوم کو فخر ہے، مگر بد قسمتی سے متعدد ایجنسیوں نے گذشتہ کئی برسوں سے یہ راستہ منتخب کر رکھا ہے کہ جب اپنے ارادے یا منصوبے کے تحت ضروری سمجھا تو آنا فانا کسی فرد کو اٹھا لیا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس مشق ستم کا نشانہ اکثر وہ لوگ بنے جنہوں نے زندگی کے کسی نہ کسی حصے میں خود اپنی مسلح افواج کا ہاتھ بٹاتے ہوئے دشمن سے دودھ ہاتھ کیے تھے۔

نائین الیون کے بعد بعض لوگوں نے ایک ایک دو دو ہزار ڈالر کے عوض غیر ملکی مسلمان مجاہدوں کو امریکیوں اور مقامی اہل کاروں کے ہاتھ بیچا۔ حالانکہ کل تک یہ لوگ پاکستان کے محسن قرار دیے جاتے تھے کہ جنہوں نے جان لڑا کر سوویت یونین کو شکست دینے کا تمغہ پاکستانی پالیسی سازوں اور عساکر کے سینے پر سجایا تھا، مگر اب حالات نے کروٹ لی اور یہ سب لوگ بڑی بے رحمی سے مسترد شدہ بوجھ قرار پائے، جنہیں قیمت پر یا بلا قیمت بڑی بے رحم اور دنیا بھر میں لاقانونیت کی علامت ریاست کے سپرد کر دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ خود پاکستان سے ایک قابل لحاظ تعداد افغان مجاہدین کے شانہ بشانہ جہاد میں شریک رہی تھی، جنہیں خود پاکستانی افواج نے یہ تربیت دی تھی، اب وہ تمام جاں باز، مہلک کردار کے حامل، قرار پائے۔ اسی طرح جہاد کشمیر میں شریک نوجوان اپنے جذبے اور ایمان کے ساتھ شریک ہوئے تھے، لیکن پاکستان کی حکومتوں نے ابتدائی زمانے سے لے کر آج تک جس اخلاقی کمزوری کے ساتھ عوام میں سے جاں باز شہریوں کے جذبوں کا خون کیا ہے اور پھر آن واحد میں سجدہ سہو کیا ہے، وہ قومی تاریخ کا ایک دردناک باب ہے۔ وہ لوگ جنہیں عظیم مجاہد کہا جاتا تھا، ان میں کتنے ہیں جنہیں عقوبت خانوں میں دھکیلا جا رہا ہے۔

۱- یہاں پر لاطینی امریکا کے ملک چلی کے آمر جنرل آگسٹو پنوشے (Pinochet) کا حوالہ بر محل ہے جس نے کمانڈر انچیف بننے کے ۱۹ روز بعد صدر سلواڈور آلندے کو قتل کر کے اقتدار سنبھالا اور ۱۱ اگست ۱۹۷۳ء سے ۱۱ ستمبر ۱۹۹۰ء تک اپنے جاہلانہ دور اقتدار میں امریکی سی آئی اے کے احکامات کی تعمیل اور ذاتی اتانیت کی تسکین کے لیے ڈھائی لاکھ ہم وطنوں کو قید کیا، ۳ ہزار سے زیادہ ہم وطنوں کو کسی نہ کسی لمحے اچانک اٹھا کر غائب کر دیا اور ۳۵ ہزار سے زیادہ لوگوں کو تشدد کے نتیجے میں مستقل مریض بنا دیا۔ ریٹنگ (Retting) کمیشن اور ویش (Valech) رپورٹ میں ہوش ربا تفصیلات دکھی جاسکتی ہیں۔ مگر آج جنرل پنوشے اپنے ملک میں نفرت کی ایک علامت ہے۔

جو قومی خفیہ ایجنسیوں کے آہنی ہنجروں میں سسک رہے ہیں اور ان کے والدین کرب ناک کیفیت میں تڑپ رہے ہیں۔

وہ لوگ جو جذبہ ایمانی میں اپنا معاشی مستقبل اور اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر قومی قیادت کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے جہاد کے لیے نکلے تھے، جنہیں نہ تنخواہ کا شکوہ تھا اور نہ نوکری کی تلاش، ان میں سے کتنے ہیں جنہیں کرزئی اور بٹس کے وحشیوں کے سپرد کیا جا رہا ہے یا خود ان کے ہم وطن ہی ان پر ستم کے تمام گرز مار رہے ہیں۔ اب یہ عمل کوئی راز نہیں رہا ہے۔ کل تک کوئی اخبار یہ چیزیں شائع کرنے کی ہمت نہیں کرتا تھا، لیکن اب جب کہ صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے تو پاکستانی پریس میں گاہے بگاہے کوئی نہ کوئی چیخ سنائی دیتی ہے۔

یکم جولائی ۲۰۰۶ء کو بی بی سی کی اردو سروس پر اس حوالے سے ایک جان دار پروگرام نشر ہوا۔ ۲ جولائی کے تمام پاکستانی قومی اخبارات نے اسی مناسبت سے ہلا دیئے والی خبریں شائع کیں۔ روزنامہ نوائے وقت کے ادارتی نوٹ کے مطابق: ”بی بی سی نے گذشتہ ڈیڑھ دو سال کے دوران پاکستان کے مختلف علاقوں سے غائب اور لاپتا ہونے والے ایسے افراد کی فہرست جاری کی ہے جن کا تعلق مختلف سیاسی تنظیموں سے ہے اور ان افراد کو مبینہ طور پر ایجنسیوں نے اپنی تحویل میں لے رکھا ہے..... وزیرستان میں روزنامہ دی نیشن کے بیورو چیف کے بارے میں بھی بتایا گیا تھا کہ انہیں مبینہ طور پر کسی ایجنسی ہی نے اغوا کیا تھا اور بعد ازاں انہیں شہید کر دیا تھا۔ پاکستان میں ایجنسیوں کے ذریعے سیاسی کارکنوں اور دیگر حکومت مخالف عناصر کو گرفتار کرنا اور انہیں اس طرح لاپتا رکھنا کہ ان کے ورثا مارے مارے پھرتے رہیں اور کوئی [سرکاری] محکمہ ان کی گرفتاری کی ذمہ داری ہی نہ لے، انتہائی وحشت ناک اور انسانیت سوز عمل ہے۔ دنیا کا کوئی بھی مہذب معاشرہ ایسی گرفتاریوں کو برداشت نہیں کرتا۔ خفیہ ایجنسیوں کا یہ کام نہیں ہے..... خفیہ ایجنسیوں کو غیر قانونی اقدامات اور اپنے چارٹر کی خلاف ورزی نہیں کرنا چاہیے۔“ (۳ جولائی ۲۰۰۶ء)

۱۸ اگست ۲۰۰۶ء کے قومی اخبارات میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کا یہ شدید رد عمل شائع ہوا جس میں انھوں نے راولپنڈی سول لائنز کے تھانے دار سے فرمایا کہ وہ چالاکی اور تماشا بند کرنے اور اغوا کیے جانے والے فرد کو عدالت کے سامنے پیش

کرے۔ مگر ایک ممتاز کالم نگار کے بقول صرف اہل پاکستان کے ساتھ ہی یہ سلوک نہیں کیا جا رہا، بلکہ قانونی ویزے پر آنے والے مسلم ممالک کے باشندوں کو بھی اسی بھٹی سے گزارا جا رہا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ”لیکن یہ صرف ایک فرد تو نہیں ہے جسے اغوا کر لیا گیا، وہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں..... [۱۸ اگست ہی کے اخبارات] پر ایک چھوٹی سی خبر یہ بھی ہے کہ پشاور کی ایک عدالت نے عراقی مزاحمت کار مرحوم الزرقاوی کے نائب ہونے کے الزام میں گرفتار ملزم سمیت سات غیر ملکیوں کو رہا کر دیا۔ ان میں اکسفرڈ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری رکھنے والے ڈاکٹر برہان شامل ہیں۔ الجزائر کے سعید احمد ہیں جو ۱۶ ماہ جیل میں پڑے رہے۔ الجزائر ہی کے سفیان اخضر ہیں جنہوں نے ۱۳ ماہ قید کاٹی، ناجبہ بن صالح کا تعلق تونس سے ہے اور وہ ۱۸ ماہ سے سلاخوں کے پیچھے پڑے تھے۔ اسی زمانے میں تاجکستان کے جمشید احمد بھی پشاور سے گرفتار ہوئے اور ناجبہ بن صالح کے ساتھ وہ بھی رہا کر دیے گئے کہ بے گناہ ثابت ہوئے۔ ان کے ہم وطن ظریف لطیف کے خلاف کوئی ثبوت نہ پیش کیا جاسکا، تاہم ان پر جیل میں تشدد کے کیسے حربے آزمائے گئے کہ [ظریف] قیدی کی انتزیاں پھٹ گئیں اور وہ کچھ کھاپی نہیں سکتا۔ ۶ ہزار سے زیادہ ایسے پاکستانی اور غیر ملکی [مسلمان] جیلوں میں پڑے ہیں جن کی فریاد سننے والا کوئی نہیں..... امریکیوں کو ان پر شبہ تھا..... [حالانکہ] خود عراق اور افغانستان میں برپا امریکیوں کی خون آشامی نے وہ عالم گیر کش مکش پیدا کی ہے جس نے پاکستان کو استعمار کی چراگاہ بنا دیا ہے۔ ہمارے ہوائی اڈوں پر وہ براجمان ہیں ہمارے گھروں کو غیر ملکی سونگھتے پھرتے ہیں اور ہمارے شہریوں کو وہ گرفتار کر کے لے جاتے ہیں اور پھر گوانتانامو بے کے پنجروں میں بند کر دیتے ہیں“۔ (ہارون الرشید، نوائے وقت، ۱۹ اگست ۲۰۰۶ء)

گوانتانامو بے میں ہمارے روشن خیال ترقی پسند قائدین کے دستِ فیض سے بھیجے جانے والے قیدیوں کا کیا حشر ہو رہا ہے، اسے جاننے کے لیے پاکستانی کشمیری معظم بیگ (پیدائشی برطانوی) کی کتاب *Enemy Combatant* (لندن، فری پریس ۲۰۰۶ء) کا مطالعہ کافی ہے

۲- ناین الیون کمیٹین سفارش کرتا ہے: ”اگر جنرل مشرف روشن خیال جدیدیت کے لیے ثابت قدمی دکھائے وہ اپنی جان اور اپنے ملک کی جان بچانے کے لیے لڑے تو امریکی حکومت کو ان کے لیے سخت راستوں پر چلنا ہوگا“ (ص ۳۶۹)۔ اس جملے کے اندر خود جنرل مشرف صاحب اور پاکستان کی تحقیر کا پورا سامان موجود ہے۔

جسے جنوری ۲۰۰۲ء کو پاکستانی ایجنسی نے اسلام آباد سے اغوا کر کے گوانتانامو بے کے جلا دوں کے حوالے کیا تھا۔ خود پاکستان میں ایسے بے گناہ قیدیوں کے احوال جاننے ہوں تو کوئی نہ کوئی نوجوان اپنے اندر اٹھنے والے نوحوں کو ہونٹوں پر رو کے نظر آ جائے گا۔ جن کو اندھا دھند پکڑ کر غائب کر دیا جاتا ہے اور سال سال بھر ان کے بارے میں کچھ بتانے سے ایجنسیوں، پولیس اور وزارت داخلہ کے کارندے انکاری رہتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بے گناہ ثابت ہو کر یا تو خدا کے حضور پہنچ جاتا ہے، وگرنہ اس حال میں رہا کیا جاتا ہے کہ بے گناہ ہوتے ہوئے وہ ہڈیوں کا پنجر اور ٹی بی یا کالے ریقان کا مریض بن چکا ہوتا ہے۔ کیا ایسا عمل کرنے والے واقعی پاکستانی ہیں؟

اقتدار اور اختیار ڈھلتی چھاؤں ہے۔ ہمیں اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ ہم کس کا کھیل کھیل رہے ہیں۔ امریکی چاہتے ہی یہ ہیں بقول نیولین: ”مسلم معاشروں کو خود ایک دوسرے پر بھوکے شیروں کی طرح چھوڑ دیا جائے اور یہ آپس ہی میں لڑتے مرتے رہ جائیں“۔ اس عمل کی عبرت ناک مثال افغانستان اور عراق میں روزانہ ہم وطنوں کی دونوں جانب سے اٹھنے والی لاشیں ہیں۔

یہاں پر واضح الفاظ میں یہ بات کہنا چاہتے ہیں کہ کوئی فرد قانون سے بالاتر نہیں ہے، چاہے وہ عالم ہو یا صحافی یا سپہ سالار ہو یا عام شہری۔ اگر ان بے گناہ قیدیوں میں سے واقعی کسی نے جرم کیا ہے تو اسے لازماً اپنے جرم کی سزا ملنی چاہیے، مگر کھلی عدالت میں مقدمہ چلنے کے نتیجے میں۔ حکومت اسے قانون کے مطابق سزا دلانے اور عدالت کے ذریعے ہی مجرم کو سزا دی جائے۔ ان کے بچوں، والدین اور رشتہ داروں کو ذلیل کرنے اور قدم قدم پر جھوٹ بول کر دھوکا دینے کا ہرگز کوئی جواز نہیں ہے۔ یہ عمل متاثرین کا اعتماد صرف حکومت پر ختم نہیں کرتا بلکہ ایسے افراد کا یقین خود ریاست سے اٹھ جاتا ہے۔ اور وہ فرد جو سال بھر بے جا تشدد کی سولی پر لٹکنے کے بعد بے گناہ ثابت ہو کر پاکستانی گوانتانامو بے سے یا امریکی گوانتانامو بے سے رہا ہوتا ہے تو اس کی زندگی کے ان قیمتی لمحوں اور ناپیدا کنارہ صدے کا جواب دہ کون ہے؟ اس لیے یہ بے جرم ملزم اور ان کے رشتے دار سوال کرتے ہیں کہ کیا پاکستان واقعی ایک آزاد ملک ہے؟

یہ ایک انسانی مسئلہ ہے اور اس لیے میں سب سے زیادہ تکلیف دہ یہ پہلو بھی ہے کہ ان بے نوا مظلوموں کی دادرسی کے لیے سیاسی پارٹیوں نے کوئی با معنی آواز نہیں اٹھائی، حالانکہ

یہ واقعات دلدوز چیخوں کے ساتھ ہر شہر میں سنے جا رہے ہیں۔ یہ بے چارے تو اتنے بڑے ملک میں بے پیمان اور شاید بے نام لوگ ہی قرار دیے جائیں، مگر ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے ساتھ جو ہو رہا ہے، وہ پاکستانی اہل دانش اور اہل سیاست کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس صورت حال میں امید کی واحد کرن سپریم کورٹ آف پاکستان کے چیف جسٹس رہ جاتے ہیں، جو ان تفصیلات کو جمع کرنے اور ان کا تجزیہ کرنے کے لیے اپنے اختیار سوموٹو کو حرکت میں لائیں۔ اس سے نہ صرف مظلوموں کو نجات ملے گی، بلکہ خفیہ کاری کے تمام ادارے اپنے چارٹر سمیت عمل اور تجربے کی میزان سے گزریں گے اور ان اداروں کے اہل کار بھی یہ بتاسکیں گے کہ وہ کتنے مجبور اور کتنے با اختیار ہیں؟ نیز عوام کو بھی معلوم ہو سکے گا کہ وہ کتنے آزاد اور کتنے مجبور ہیں؟

بیرون ملک خریدار توجہ فرمائیں

بیرونی ممالک میں مقیم سالانہ خریداروں کو اختتام مدت سے دو ماہ قبل اطلاع دی جائے گی۔ مدت کے اختتام تک زر تعاون وصول نہ ہونے کی صورت میں ترجمان القرآن کی ترسیل بند کر دی جائے گی۔

جن خریداروں کی طرف بقایا جات ہیں انھیں اطلاع دی گئی ہے، ازراہ کرم جلد از جلد ادا کی جائیں۔ خصوصی درخواست ہے کہ اپنے ای میل پتوں سے مطلع فرمائیں۔
خریداروں سے بھرپور تعاون کی توقع ہے۔

مینيجر ترجمان القرآن

امام حسن البنا شہید کے صدسالہ یوم پیدائش کے حوالے سے ترجمان القرآن کی اشاعتِ خاص کی تیاری جاری ہے۔ ملک اور بیرون ملک سے اہل علم کے متعدد قیمتی مقالات موصول ہو چکے ہیں جن کی تدوین و ترتیب کی جارہی ہے۔ جلد ہی تاریخ اشاعت کا اعلان کیا جائے گا۔ (ادارہ)